لسانی الحاد و لغوی فساد - ماء [۳]

مکتوب از انجینیئر عبید الحمید فاروقی
رسالہ بلاغ القرآن، شمارہ جنوری ۲۰۱۰

جوابی توضیحات از طرف اورنگزیب یوسفزئی - سلسلہ دعوت قرآنی، لاھور۔

تیرے ضمیر پر جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ھے نہ رازی نہ صاحب کشاف

موضوع زیر بحث پر صاحب مکتوب تیسری مرتبہ اپنی کاوشوں کے ھمراہ صفحہ قرطاس پر نمودار ھوتے ھیں۔ اور مکتوب میں **لفظ ماء** کا معنی **پانی یا آب** ثابت کرنے کے ضمن میں لگ بھگ نو [۹] عدد آیات مبارکہ کے حوالے سے [الزمر:۲۱، الروم:48، النور: 43 الفرقان: ۹/۴۸، ق:۹-۱۱ ، النور:۴۵، الفرقان: ۵۴، الانعام:۹۹، البقرۃ:۲۲] انتہا ئ نمایاںمحنت شاقہ سے کام لیتے ھوئے، تقریباً چھہ صفحات اس **لفظی معنی کی وکالت** میں رقم فرما دیتے ھیں۔

قارئین خوب جانتے ھیں کہ مباحثے کا اصل مدعا **لفظی معنی کی وکالت** ہرگز نہیں، بلکہ موضوع زیر بحث توقرآن کریم میں کچھہ مقامات پراس لفظ کے **اصطلاحی معنی کے جواز یا عدم جواز سے متعلق** ہے۔ لفظی معنی پر نہ کوئ اختلاف کیا جا سکتا تھا اور نہ ہی یہ مدعا زیر بحث تھا۔ اس لئے اس پر کاغذی گھوڑے دوڑانے کہ نہ ضرورت تھی نہ جواز۔ لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ یہ ایک عمومی روش ہے۔ جب آپ دلائل سے محروم ہوں تو مدعے کو کسی غیر متعلق سمت پھیلا دیا جاتا ھے...... اتنا کچھہ غیر متعلق اور سیاق و سباق سے ہٹ کر لکھنے کے باوجود بھی اغلباً ابھی تک یہ سعئ لاحاصل، ناتمام ہی ٹھہرتی ھے کیونکہ مکتوب کا اختتام "آئندہ بھی مزید لکھنے" کے وعدے سے مزین ھے - سوائے اس کے اور کیا کہ سکتے ھیں کہ..... "اللہ کرے زور قلم اور زیادہ....." -

البتہ اس موقعے پر تازہ مکتوب کے اسلوب بیان میں لائی گئی خوشگوار تبدیلی کی تعریف نہ کرنا زیادتی ہوگی کیونکہ، اصل موضوع سے پہلوتہی کے علی الرغم، جو کہ موصوف کی اب تک عمومی روش رہی ھے، اس مرتبہ **خالص معروضیت** سے کام لیا گیا ہے - جو ایک قرآنی محقق کے شایان شان ھے۔ موجودہ اور سابقہ سب ملا کر، یہ

تینوں مکاتیب **ذہنی ارتقاء کے ایک درخشاں سفر کی شاندار مثال** نظر آتے ہیں۔ یہ **فی الحقیقت تین [۳] ارتقائ ادوار ھیں** جو وقت کے **سیل رواں کے ظالم** تھپیڑے کھاتے، **تیرگی سے اجالوں کی سمت گامزن** ھیں۔ روز و شب کی اس گامزنی میں، جہاں اولیں مکتوب سراسر سوقیانہ الزام تراشی، لیبل اور فتوے بازی کے پر تشدد انداز سے لیس تھا، وہیں دوسرا مکتوب **قدرےکشادہ دلی** کے مظاہرے کے ساتھہ ، **انانیت اور مبالغہ آرائ کا آئینہ دار** تھا۔ حالانکہ ایک قرآنی طالبعلم کے اوصاف حمیدہ میں **شائستگی اور انکساری** کے لاحقے ضروری قرار پاتے ھیں۔ جبکہ تیسرا، یعنی موجودہ مکتوب کچھہ **اس درجہ خوش اسلوبی، خوش اطواری اور خوش بیانی** کا غماض ھے کہ ایں جانب سے **"دخل در معقولات"** کا سلسلہ ختم کر دینے کا متقاضی باور ھوتا ھے۔ **صد آفرین۔**

تدبر فی القرآن کے وسیع و عریض میدان میں **ذاتی فکر و نظر کے اختیار اور اظہار کا حق** ہر کس و ناکس کو حاصل ہے۔ اور اس آزادی میں دخل انداز ہونے کا نہ ایں جانب کو حق حاصل ھے اور نہ ہی اس مشق پر قیمتی وقت ضائع کرنے کی کوئی خواہش۔ لیکن نفس امارہ کی شر انگیزی کچھہ احباب کوسکون و اطمینان سے اپنا کام نہیں کرنے دیتی اور تکبر کے منفی جذبات کی انگیخت کے ذریعے وہ اپنی خودنمائی اور دوسرے انسانوں کی تحقیر پر اتر آنے کا مذموم رویہ اختیار کر لیتے ہیں۔ یہی وہ صورت حال ھے جہاں ہم عاجزین کا قلم بحالت مجبوری حرکت پذیر ھوتا ھے - یعنی جب **جرم بے گناہی کی سزا** ملنے لگے اور **معاملات ذاتیات اور دشنام طرازی کی سطح پر اتر آئیں۔** اور ریکارڈ درست کرنا ضروری قرار پائے۔ موجودہ مہذب اور معروضی انداز میں جتنا بھی اور جس عنوان کے تحت بھی لکھا جائیگا، اس پر "چشم ما روشن، دل ما شاد" کے مصداق کسی تعرض کی نہ گنجائش ھے، نہ ضرورت۔ البتہ موصوف نے عبارت میں جہاں اتنا ارتقائی سفر طے کیا ھے، وہاں توہین آمیز عنوان بھی تبدیل کرنے کا قدم اٹھا لیتے تو ان کی اخلاقی جرآت کی مزید تعریف واجب ہو جاتی۔

اسی ضمن میں کچھہ احباب کی طرف سے اس عاجز کی جوابی توضیحات نمبر ۲ [بتاریخ نومبر ۲۰۰۹] کو **نہایت سخت پیرایہ اظہار** کے مترادف ٹھہرایا گیا تھا۔ ایسے تمام احباب کی خدمت میں عرض ھے کہ :

فقیہہ شہر کی تحقیر کیا مجال میری
مگر یہ بات کہ میں ڈھونڈتا ہوں دل کی کشاد

یہ عاجز دشنام طرازی اور فتوے بازی کے جواب میں اپنی طرف سے صرف ایک **غیر سوقیانہ ' سرزنش '** کے انداز کو اصلاحی کوشش کے طور پر حق بجانب باور کرتا ہے - اور یہ حقیقت بھی عیاں ھے ہے کہ یہ سرزنش خاطر خواہ سمت میں‌نتیجہ خیز ثابت ھوئ- جیسا کہ اوپر صاحب مکتوب کو **خراج عقیدت** پیش کرتے ہوئے **"ارتقائ ادوار کے سفر"** کے استعارے میں واضح کیا گیا- اگر **قرآنی استدلال کی مدد کیساتھہ سرزنش** نہ کی گئ ہوتی تو اتنا بڑا **ارتقائ تقلب** ہرگز وقوع پذیر نہ ہوتا - اور **فتاویٰ کا ایک سیلاب بلا** اس وقت بھی اس قرآنی جماعت کا تعاقب کرتا ہوا پایا جاتا- بات بھی بن گئ -اور اب یہ عاجز کم از کم یہ حسرت بھی نہیں رکھتا کہ:

افسوس بے شمار سخن ہائے گفتنی
خوف فساد خلق سے ناگفتہ رہ گئے

صاحب مکتوب سے البتہ بسیار نویسی کے ضمن میں اس جاری مباحثے کے دوران یہ برادرانہ شکایت موجود رہیگی کہ :

ہوئ لاکھہ دنیا ادھر کی ادھر ھے
وہی آستان ھے وہی سنگ در ھے

کیونکہ موصوف نے از خود ہی ہمیں **ماء** کے لفظی معانی سے منکر قرار دے لیا ہے- خدا جانے اس جماعت نے کب اور کس تحریر کے ذریعے **ماء کا معنی پانی یا آب** ماننے سے انکار کیا ھے کہ جناب کو پورا زور قلم اس معنی کو ثابت کرنے کیلئےغیرضروری طورپر صرف کرنا پڑا- یہاں تک کہ قرآن حکیم کو ایک **"علم طبیعیات"** کی **بے مثال کتاب** ہی قرار دے ڈالا؟ حالانکہ **قرآن** تاریخ، سائنس، فزکس وغیرہ کی درسی کتاب نہیں بلکہ **سراسر عمرانیات** [humanities] سے سروکار رکھتا ہے- ذات باری تعالی کی قدرت، صناعی اور اس کی بے پایاں رحمتوں کے ضمن میں جا بجا کچھہ حقائق کی جانب البتہ اشارات ضرور کئے گئے ہیں-

محترم قارئین کو یاد رہے کہ مکتوب نگار کے اولین مکتوب **[بلاغ القرآن - اگست ۲۰۰۹]** کے جواب میں اس عاجز نے لفظ **نساء** کے ضمن میں احتجاج کیا تھا کہ اس جماعت نے کب اور کہاں **' نساء '** کا معنی **'صنف خواتین' ماننے سے انکار** کیا ھے کہ موصوف نے ہمارے خلاف اسقدر فضولیات پر مشتمل کئ صفحات تحریر فرما دئیے ھیں؟ اس عاجز کا استدلال یہ تھا کہ یہ لفظ **مولائے کریم نے اپنی کتاب** عظیم **میں استعارتاً بھی استعمال فرمایا** ھے، جہاں اسکا مفہوم **کمزور طبقات** لیا جانا ہی سیاق و سباق اور اسلوب بیان کے مطابق ہے۔ بہت سی آیات قرآنی اس **استدلال کے ثبوت** میں بطور فوری حوالہ رقم بھی کر دی گئ تھیں [**مثلاً البقرۃ ۱۸۷ اور ۹۴، اعراف ۱۲۷، المومن ۲۵]** - جس کے جواب میں "الخاموشی نیم رضا" کے مصداق سکوت اختیار کر لیا گیا تھا۔

یہی متماثل صورت حال لفظ ماء کے ضمن میں بھی موجود ھے۔ کیونکہ کچھہ مقامات پر یہ لفظ اصطلاحاً اور استعارتاً بھی استعمال کیا گیا ہے اور غالباً "متشابہات" کے ذیل میں باور کیا جا سکتا ھے۔ جہاں مفہوم پس منظر کے حوالے سے پانی نہیں، **وحی الہی** تجویز ہوتا ھے۔ **بحث کا مقصود و موضوع صرف اسی قدر تھا** یعنی نہایت مختصر - افسوس کہ ہمارے ممدوح کو بات کی تہ تک نہ پہنچ پانے کے سبب اتنا زیادہ لکھنے کا ناحق اور بے سود کشٹ اٹھانا پڑا۔

غور فرمائیے کہ **اسی استعاراتی اسلوب** میں لفظ **"اکل و شرب "** بھی استعمال کئیے گئے ہیں جہاں ان کا لفظی معانی یعنی **کھانا اور پینا** نہیں لیا جا سکتا - مثال کے طور پر صرف دو [۲] آیات قرآنی پیش کر دی جاتی ھیں:

[۱] **یاکلون فی بطونہم النار** [۴/۱۰]
[۲] **و اشربو فی قلوبہم العجل** [۲/۹۳]

ظاہر ھے کہ نہ تو **پیٹ میں آگ 'کھائ " جاتی** ہے۔ اور نہ **ہی دلوں میں گائے کو "پیا" جا سکتا ھے۔** اسی لئے ہمارا اصرار اس پر ھے کہ تمام مقامات پر قرآنی الفاظ کے معانی کو اندھا دھن لفظی معانی کے سادہ پیرایے میں نہیں لیا جا سکتا۔ یعنی تمام مقامات پر معنی کو ایک ہی لاٹھی سے نہیں ہانکا جا سکتا۔ سیاق و سباق، استعارہ، محاورۃ العرب اور اسلوب بیان مد نظر رکھا جانا چاہیئے۔ سب سے بڑھ کر

جس ہستی کا یہ کلام ھے اس کے بلند ترین رتبے و مقام کا لحاظ رکھتے ہوئے، معانی کی گہرائ، بلندی اور وسعت نگاہ کو بھی مد نظر رکھنا چاہیئے۔ امید واثق ھے کہ بات آسانی سے سمجھ آ گئی ہوگی ۔ اگر کچھہ غلط کہا ہو تو نشاندہی کی جا سکتی ھے۔ یہ ناچیز اور یہ جماعت اصلاح کیلئے ہمہ وقت آمادہ ھے لیکن استدلال خالص قرآنی بنیادوں پر ہونا چاہیئے۔ ذاتی خیال آرائی ہو نہ لفاظی اور نہ فلسفیانہ نکتہ آفرینی۔

اصطلاح اور استعارے [metaphor]کے اسلوب کی حامل **لفظ ماء** سے متعلق آیات یہاں رقم کرنا تو اب صرف تکرار کے ہی مترادف ہوگا اور مضمون کی ناپسندیدہ طوالت کا باعث [دیکھیے آیات: النساء / 43 ، المائدۃ/6 ، جہاں منہ، ہاتھہ اور پیر دھونے کی طفلانہ ہدایات مستنبط نہیں کی جا سکتیں جو کہ ماء کا لفظی معنی اختیار کرنے سے لازم آجاتا ھے] ۔ البتہ **اتمام حجت کیلئے اقبال کی قرآنی فکر** سے کام لیتے ہوئے ، آیت زیر بحث ہی کی تفسیر میں، ایک حتمی جواہر پارہ پیش خدمت ھے، ملاحظہ کیجئے:

وہی دیرینہ **بیماری وہی نامحکمی دل کی**
علاج اسکا وہی **آب نشاط انگیز** ہے ساقی

فرمائیے یہ کون سا **ماء** ھے ۔ **پانی یا وحی الہی ؟** جو ماء دلوں کی نامحکمی دور کر کے ثبات عطا کرے اور شیطانی افکار کی پیدا کردہ دیرینہ بیماریوں کا علاج کرے [انفال:۱۱] وہ عام پانی ہوتا ھے، یا **"وحی الہی" یعنی "آب نشاط انگیز"؟ اقبال** ہی کو جواب دیتے رہئییگا؟

صاحب مکتوب کے حق میں قبل ازیں جو دعا مقصودوموضوع کی تعیین کے شعور اور اختصار پسندی کے وصف کیلئے مانگی گئ تھی، وہ غالباً ابھی مستجابی کا شرف حاصل نہیں کر پائ۔ خیر، "اس کے ہاں دیر ھے، اندھیر نہیں"۔ اس ذات عظیم کا احسان ھے کہ دیگر دعائیں پوری ہو کر نتیجہ خیز ہو چکی ہیں۔ ہمارے ممدوح کے ہاں بسیار نویسی ایک **جنون، ایک عشق** کا درجہ ضرور رکھتی ھے۔ لیکن **یہ عشق** اپنے قرآنی ساتھیوں کی **عزت نفس پامال** کرنے کا ذریعہ نہیں بن جانا چاہیئے۔ اور **مقصود و موضوع کی تعیین** بھی قبل ازیں

ضروری امر ھے۔ کیونکہ یہ سوچ اور تحریر کوانجانی تاریک وادیوں میں بھٹکنے سے بچاتی ھے۔ البتہ یہ عشق اگر **"کہتے ھیں عشق جسکو خلل ھے دماغ کا"** کی بجائے عشق حقیقی کا مقام حاصل کر لیتا، تو منزل و مقصود کا تعین کرتے ہوئے ایک ہی جست میں حقیقت منتظر تک، یعنی "تاویل الاحادیث" کی قدرت اورصلاحیت تک پہنچا دیتا، جیسا کہ **اقبال** کے اس شعر سے عیاں ھے:

عشق کی اک جست نے کردیا قصہ تمام
اس زمیں و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں

اور آخر میں یہ عاجز پھر اپنی کوتاہیوں کا اعتراف، اکبر الہ آبادی کے الفاظ میں، کچھہ اسطرح کرنا چاہیگا کہ :

فلسفیانہ بحث میں‌نےکی ہی نہیں   فالتوعقل مجھہ میں تھی ہی نہیں

اور **اقبال** کے افکار کے مطابق، کچھہ اسطرح:

عقل ھے بے زمام ابھی عشق ھے بے مقام ابھی
نقش گر اذل تیرا نقش ھے ناتمام ابھی

اور کسی بھی دل آزاری کیلئے یہ عاجز معذرت خواہ بھی رہیگا کیونکہ، **قرآن عظیم** کی رو سے، **اقبال محترم** کی زبان میں:

برتر از گردوں مقام آدم است   اصل تہذیب احترام آدم است

- - - - - - - - - - - - - - -